اخبارِ اُمت

ایران میں صدارتی انتخابات

محمد ایوب منیر

ایران میں جمہوریت کا تسلسل صدارتی انتخابات کی صورت میں جاری و ساری ہے۔ حالیہ صدارتی انتخاب میں ۳ کروڑ ۷۰ لاکھ افراد نے ووٹ ڈالے اور ۵۱ فی صد ووٹ حاصل کرنے کے بعد حسن رُوحانی صدر منتخب ہوگئے۔ خبررساں ایجنسی رائٹر کے نامہ نگار کے مطابق: ''انتخابات حیران کن حد تک شفاف اور آزادانہ تھے اگرچہ ۱۰ لاکھ لوگ ووٹ نہ ڈال سکے''۔

صدارتی نتائج کی اطلاع آنے کے بعد برطانیہ کے دفتر خارجہ نے نئے صدر کا خیر مقدم کیا اور اُمید ظاہر کی کہ ''بین الاقوامی برادری کو ایران کے جوہری پروگرام کے بارے میں جو تحفظات ہیں، وہ اُس پر توجہ دیں گے، نیز ایرانی عوام کی انسانی حقوق اور سیاسی حقوق کے حوالے سے جو تمنائیں ہیں اُنھیں پورا کریں گے''۔ برطانوی حکومت نے جس قدر ایرانی شہریوں کے سیاسی حقوق کی بات کی ہے کاش اِتنی ہی فکر شام، مصر، افغانستان اور جموں و کشمیر کے عوام کی بھی کرتے۔

واشنگٹن پوسٹ میں جے سن رضاعیان نے اپنے مضمون 'ایران کے صدر کو درپیش' اہم معرکے' میں تحریر کیا ہے کہ 'مُلاؤں' سے لے کر روشن خیال طبقے تک نے حسن رُوحانی کو ووٹ دیے ہیں۔ مختلف طبقات نے اُن سے مختلف اُمیدیں وابستہ کر رکھی ہیں۔ صدر حسن رُوحانی کے لیے سب سے بڑا مسئلہ بڑھتی ہوئی مہنگائی اور بے روزگاری ہے اور منتخب ہونے سے پہلے وہ اہم اقتصادی تبدیلیاں لانے کا اعلان کرچکے ہیں۔ اُن کے لیے دوسرا بڑا چیلنج سیاسی قیدیوں کی رہائی، ذرائع ابلاغ پر کنٹرول کی حدود کا تعین اور جدید و قدیم راے دہندگان میں بڑھتی ہوئی خلیج کو پاٹنا ہے۔

امریکا اور مغربی ممالک کی سب سے اہم خواہش یہ ہے کہ اسلامی جمہوریہ ایران نئے صدر کی موجودگی میں اپنا جوہری پروگرام لپیٹ کر رکھ دے۔ اُنھیں کامل یقین ہے کہ امریکا، روس کے پاس سیکڑوں جوہری ہتھیار ہیں لیکن وہ 'محفوظ ہاتھوں' میں خیال کیے جاتے ہیں۔ ایسی ایرانی حکومت اُن کا خواب ہے کہ جو واشنگٹن ولندن سے موصول ہونے والی ہدایات پر خاموشی سے عمل درآمد کرے۔ عالمی طاقتوں کا چھوٹا سا مطالبہ یہ بھی ہے کہ ایرانی حکومت، علاقائی معاملات میں بھی مداخلت سے پرہیز کرے۔ نئے صدر نے کیا طرزِعمل اختیار کرنا ہے؟ اس کی عملی وضاحت کا سب کو انتظار ہے۔

امام انقلابِ ایران آیت اللہ روح اللہ خمینی کے قریبی ساتھیوں میں ہونے اور متعدد بار جیل جانے کے باوجود، حسن رُوحانی کی یہ پختہ سوچ ہے کہ کروڑوں کی آبادی والے بھرپور ملک کو 'چند سرکردہ افراد' کے حوالے نہیں کیا جاسکتا۔ اُن کی اس سوچ کی جو بھی تشریح کی جائے، راے دہندگان نے اسے تازہ ہوا کی لہر سمجھا ہے۔ طبقۂ علما اس کی جو بھی تعبیر کرے، موجودہ ایرانی قیادت کا نبض پر ہاتھ ہے، انتخابی نتائج سے تو یہی محسوس ہوتا ہے۔

ایران کے سپریم لیڈر رہبر آیت اللہ علی خامنہ ای نے ایک تقریب میں حسن رُوحانی سے حلف لیا (اہلِ مغرب اسے ایران کی سب سے بڑی خامی سمجھتے ہیں کہ منتخب صدر سے اُوپر 'رہبر' کی موجودگی جمہوریت، پارلیمان اور صدارتی نظام کی توہین ہیں، اہلِ ایران کو اس اعتراض کی ذرہ برابر بھی پروا نہیں ہے)۔ پارلیمنٹ کی منظوری اور رہبر خامنہ ای سے حلف برداری کے بعد کابینہ کا اجلاس ہوا۔ اپنے پہلے ہی خطاب میں حسن رُوحانی نے کہا کہ ہم سب نے مل کر ایران کو خوش حال بنانا ہے اور لوگوں کے معیارِ زندگی کو بلند کرنا ہے۔ کابینہ میں ۱۵/افراد کو شامل کیا گیا ہے۔ سابقہ روایات کے برعکس اِن میں اپنے اپنے شعبے کے عملی ماہرین کو زیادہ ترجیح دی گئی ہے۔ اِن کی اکثریت، امریکا و یورپ میں زیرِتعلیم رہی ہے۔ تاہم تین افراد کی نامزدگی مسترد کر دی گئی۔ اُن کے بارے میں گمان کیا جاتا ہے کہ وہ 'زیادہ اصلاح پسند' ہیں۔

عالمی برادری کی طرف سے ایران پر اقتصادی پابندیاں جاری ہیں جس کی وجہ سے مہنگائی اور بے روزگاری میں اضافہ ہوا ہے، نیز جرائم کی شرح بھی بڑھی ہے۔ نوجوان نسل نے کھلم کھلا 'طبقۂ علما اور روایت پسندوں' کو تمام مشکلات کا سبب قرار دیتے ہوئے ہدفِ تنقید بنایا ہے۔

حسن رُوحانی کے بارے میں یہ گمان کیا جاتا ہے کہ وہ معتدل ہیں، تنقیدی ذہن رکھتے ہیں، تاہم اصلاح پسند بھی ہیں۔

اسرائیلی روزنامے ہآرٹز کا تجزیہ ہے کہ سابق صدر احمدی محمود نژاد کے مقابلے میں شیعہ عالم دین حسن رُوحانی کو جدت پسند سمجھا جاتا ہے۔ تاہم وہ کس قدر جدیدیت پسند ہیں اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ اسلامی جمہوریہ ایران کے صدر ہیں۔ صدر کا عہدہ سنبھالنے کے بعد حسن رُوحانی نے اپنے غیرمعمولی خطاب میں کہا کہ ''جوممالک ایران کے ساتھ مذاکرات چاہتے ہیں تو وہ برابری، اعتماد سازی، باہمی احترام اور دشمنی وجارحیت کو ختم کرنے کے اعلان کے ساتھ ہی کرسکتے ہیں۔ اگر آپ مثبت ردعمل چاہتے ہیں تو ایران کے ساتھ پابندیوں کی زبان میں بات نہ کریں بلکہ احترام کی زبان میں بات کریں''۔

ایرانی صدر کے اس دوٹوک خطاب کے چند گھنٹے بعد ہی وائٹ ہاؤس کے ترجمان Jay Carney کا ردعمل سامنے آ گیا: ''صدر رُوحانی کے صدر کا عہدہ سنبھالنے کے بعد ایران کو ایک اور موقع مل گیا ہے کہ وہ فوری اقدام کرے اور ایران کے جوہری پروگرام کے بارے میں عالمی برادری کے جو تحفظات ہیں اُس کے تدارک کی کوشش کرے۔ اگر یہ حکومت سنجیدگی کے ساتھ، ہمہ وقتی طور پر عالمی برادری کی توقعات پر پورا اُترتی ہے اور اس مسئلے کا حل تلاش کرتی ہے تو وہ امریکا کو ہر لمحے اپنا دوست وشریک پائے گی''۔

حسن رُوحانی اور اُن کی کابینہ اس پیش کش کا کیا جواب دیتی ہے۔ اُس کے بارے میں کچھ کہنا مشکل ہے، تاہم اس کے امکانات بڑھ گئے ہیں کہ امریکا ایران میں اور جوہری مسئلے سے متعلق ممالک میں مذاکرات میں بہتری آئے اور بیان بازی میں بھی شدت نہ رہے۔ یاد رہے اگر ایران نے جوہری پروگرام ترک کرنا ہوتا تو اقتصادی پابندیوں کو کیوں گلے لگاتا۔

موجودہ وزیرخارجہ محمد جواد ظریف، جو اقوامِ متحدہ میں ایران کے سفیر رہے ہیں، کے بارے میں گمان کیا جاتا ہے کہ امریکا میں زیرتعلیم رہنے، طویل سفارتی تجربے اور اقوامِ متحدہ میں طویل عرصے تک خدمات سرانجام دینے کے سبب وہ اقتصادی پابندیاں ختم کرانے اور جوہری پروگرام کے بارے میں بااعتماد اصولی معاہدہ کرانے میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔

حسن رُوحانی ۱۲ نومبر ۱۹۴۸ء کو پیدا ہوئے۔ عرصۂ دراز سے اُن کی شناخت شیعہ مجتہد، مسلم عالم دین، اُستاد، سفارت کار اور آیت اللہ روح اللہ خمینی کے ابتدائی ساتھیوں کی ہے۔ اُنھوں نے سمنان اور قُم کے حوزۂ علمیہ سے دینی تعلیم حاصل کی اور تہران یونی ورسٹی سے قانون میں گریجویشن کی۔ نیشاپور میں اُنھوں نے ملٹری سروس شروع کی، بعدازاں اُنھوں نے اسکاٹ لینڈ کی کیلیڈونین یونی ورسٹی سے ایم فل اور قانون میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ اُن کا ایم فل کا تحقیقی مقالہ: 'اسلامی قانون سازی اختیار اور ایرانی تجربہ' کے موضوع پر لکھا گیا۔ وہ Assembly of Experts، سپریم نیشنل سیکورٹی کونسل اور سنٹر فار اسٹرے ٹیجک ریسرچ کے ۱۹۹۲ء میں سربراہ رہے۔ وہ مجلس اسلامی مشاورتی اسمبلی میں دو بار ڈپٹی اسپیکر اور سیکورٹی کونسل کے سیکرٹری رہے۔

حسن رُوحانی کو بین الاقوامی سفارت کار کے طور پر غیرمعمولی شہرت حاصل ہے۔ عرب اختیارات 'سفارت کار شیخ' کے طور پر بھی اُن کا تذکرہ کرتے ہیں۔ انٹرنیشنل اٹامک انرجی ایجنسی کے نمایندوں سے وہ مذاکرات کرتے رہے۔ کہا جاتا ہے کہ آیت اللہ روح اللہ خمینی کے لیے 'امام' کا لفظ استعمال کرنے کی تجویز حسن رُوحانی کی تھی۔ کیونکہ شیعہ مذہب میں امام کا منصب اور لقب بہرحال مذہبی تقدیس کا حامل ہے اور امام عوام کے انتخاب پر منحصر نہیں ہوتا۔

برطانیہ، فرانس اور جرمنی سے جوہری پروگرام کے بارے میں جو ایرانی ٹیم مذاکرات کر رہی ہے رُوحانی اس کے سربراہ رہے ہیں۔ اُن کو نرم خُو سفارت کار کی حیثیت سے جانا جاتا ہے جو دوسرے کی بات سننے میں قابلِ قدر برداشت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ امریکا اور مغربی دنیا نے عراق کے حصے بخرے کرنے، افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجانے، پاکستان میں آگ وخون کی بارش برسانے کے بعد ایران سے دو دو ہاتھ کرلینے کا فیصلہ کررکھا ہے۔ کئی برس سے ایک ہی مطالبہ ہے کہ ایران اپنے پُرامن جوہری پروگرام کا معائنہ کرائے اور فوری طور پر اس کو ترک کردے۔

۱۴ جون ۲۰۱۳ء میں ہونے والے انتخابات میں حسن رُوحانی نے 'شہری حقوق چارٹر' اور 'مغرب سے تعلقات بہتر کرنے' کا نعرہ لگایا اور انتخابات میں کامیابی کے بعد نئے عزم سے اقتصادی پابندیوں کے باوجود معاشی خودمختاری پروگرام پر عمل درآمد کے لیے تیار ہیں۔